عربی مطبوعات

از مولانا مسعود عالم صاحب ندوی

[عربی مطبوعات پر تبصرے کی یہ دوسری قسط ہے، جو ذرا دیر سے شائع ہو رہی ہے۔ درمیان میں ایک صحیت اخبار اور رسالوں کی نذر ہو گئی۔ اللہ نے چاہا تو یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ پچھلی مرتبہ ہم نے صرف ایسی کتابیں منتخب کی تھیں، جو موجودہ تقاضوں کے مطابق اور ایک دوسرے کے ساتھ فکری لحاظ سے ہم آہنگ بھی تھیں۔ اب کے موضوع میں تنوع کا خیال رہا ہے۔ اور بعض خالص ادبی چیزوں کا بھی تعارف کرایا جا رہا ہے۔

"عربی مطبوعات" کا دائرہ مصر تک محدود نہیں، لیکن اسلامی فکر و نظر میں جو تجدید و انقلاب پیدا ہو رہا ہے اس کا مرکز مصر ہی ہے، اس لیے ہمارے مطلب کی کتابیں زیادہ تر مصر ہی سے نکلتی ہیں، اور یوں بھی مصر عربستان کا علمی و ادبی مرکز ہے۔ پھر بھی ہم نے کوشش کی ہے کہ ایک آدھ ہی کتاب سے سہی، عربستان کے دوسرے حصوں کی بھی نمائندگی ہو جائے۔

ان تبصروں سے عربی مطبوعات کی رفتار کا ہلکا سا اندازہ ہو گا۔ اس لیے کہ اولاً تو تمام اچھی کتابیں کوشش کے باوجود ہم تک بروقت نہیں پہنچتیں۔ دوسرے ایک ماہانہ رسالے کے محدود صفحات میں، ایک دوسری زندہ زبان کے مطبوعات کا مکمل جائزہ لینا تقریباً ناممکن ہے۔ م۔ع]

(۱) رسائل الرافعی (رافعی کے خطوط) مرتبہ: محمود ابوریہ۔ بڑی تقطیع کے ۲۰۰ صفحے۔ کاغذ اور طباعت اعلیٰ۔ مطبوعہ قاہرہ ۱۳۶۹ھ۔

یہ مصطفیٰ صادق رافعی مرحوم (ف ۱۹۳۷ء) کے ان خطوط کا مجموعہ ہے جو انہوں نے اپنے شاگرد اور معتقد محمود ابوریہ کو بیس بائیس برس کے عرصے (۱۹۱۲ء-۱۹۳۴ء) میں لکھے تھے۔ عربی ادب کے شیدائی

پر عموماً اور رافعی کے عاشقوں پر خصوصاً محمود ابوریہ کا یہ بڑا احسان ہے کہ انھوں نے ادب و بلاغت کا یہ خزانہ وقفِ عام کر دیا۔ رافعی اس دور میں عربی زبان و ادب کے امام اور مجدد تھے۔ اس میں کوئی بد ذوق ہی شک کر سکتا ہے۔ سید جمال الدین افغانیؒ کے شاگرد اور دنیائے اسلام کے مشہور سیاسی لیڈر امیر البیان امیر شکیب ارسلان کا مشہور فقرہ ہے: لم تنجب العرب مثله منذ مآت من السنین (سرزمینِ عرب صدیوں سے ان کا مثل نہیں پیدا کر سکی)۔ بلاغت و معنی آفرینی میں حدِ اعجاز تک پہنچنے کے ساتھ، رافعی دین کا بڑا درد رکھتے تھے۔ ان کی ساری عمر لڑائی میں گذری۔ مصر کا کوئی "جاہلی" ادیب نہیں جس نے ایک آدھ بار ان سے ٹکر لی ہو اور منہ کی نہ کھائی ہو۔ طٰہٰ حسین، عباس محمود العقاد خاص طور پر ان کے غیظ و غضب کا شکار ہوئے۔ طٰہٰ حسین اپنے الحاد و زندقہ کی وجہ سے اور عباس محمود العقاد اپنی بے اصولی اور بے راہ روی کے باعث۔ سلامہ موسیٰ جیسے چھوٹے موٹے ملحدوں کا تو کہنا ہی کیا، یہ "جہل مرکب" کے پتلے تو رافعی کے ایک آدھ جملے کی بھی تاب نہ لا سکے۔ مگر رافعی انسان تھے اور ان میں کمزوریاں بھی تھیں۔ وہ کبھی حق کے لیے بپھرتے تھے اور کبھی اپنی خودی کی مدافعت میں۔ طٰہٰ حسین پر ان کے حملے صرف حق کی خاطر تھے اس لیے وہ بہت موثر اور کامیاب رہے۔ تحت رایۃ القرآن ان حملوں کی تاریخی یادگار ہے۔ عقاد پر ان کے حملے ذاتیات سے ملوث ہو گئے تھے، اس لیے ان میں وہ شان قائم نہ رہ سکی۔ رافعی کے ادب کی ایک اور شاخ ہے جو بہت مبہم اور بھول بھلیاں کی سی حیثیت رکھتی ہے۔ اس سلسلے کی کتابیں حدیث القمر، السحاب الاحمر، رسائل الاحزان اور اوراق الورد ہیں۔ ان کے پڑھنے سے پہلے ان کا پس منظر سمجھنا ضروری ہے۔ رافعی کے ہونہار اور وفادار شاگرد محمد سعید العریان نے حیاۃ الرافعی لکھ کر یہ کمی بڑی حد تک پوری کر دی ہے۔ اور جو تھوڑی بہت کسر رہ گئی تھی، وہ مکاتیب کے زیرِ نظر مجموعے سے پوری ہو جاتی ہے۔ اگر رافعی کے پڑھنے سے پہلے یہ دونوں کتابیں پڑھ لی جائیں، تو رافعی کا ابہام دور ہو جاتا ہے اور ان کی تلمیحات کا عقدہ بھی کھل جاتا ہے۔

ان خطوط کے مخاطب اور جامع محمود ابوریہ ایک مشہور عالم اور کامیاب ادیب ہیں۔ خطوط کا مجموعہ انھوں نے بڑی محنت سے مرتب کیا ہے۔ آغاز میں مرتب کے قلم سے ایک دل آویز مقدمہ ہے (کیف عرفت مصطفی الرافعی ؟) اس کے بعد امیر شکیب ارسلان کی ایک پرانی تحریر بطور تعارف کے درج

کی گئی ہے جس میں انہوں نے ایک مستفسر (مرتب رسائل) کو رافعی کی کتابیں پڑھنے کی ہدایت کی تھی۔ دونوں مقدمے دلچسپ اور تسکین ذوق کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ آخر میں اشاریہ اور جا بجا توضیحی حاشیے بھی ہیں۔ اس بیش بہا تحفے پر قدر دانان رافعی کی طرف سے ہم مرتب کا خاص طور پر شکریہ ادا کرتے ہیں۔

ہمارے ملک کے عام عربی دان یا عربی خواں نئی اور پرانی عربی کا فرق کرتے ہیں، حالانکہ عربی وہی ہے قدیم و جدید کا یہاں کوئی سوال ہی نہیں۔ اُردو میں بھی پرتاپ اور ملاپ کی زبان نمونے کے طور پر نہیں پیش کی جاتی۔ آپ رافعی، امیر شکیب ارسلان، محمد کرد علی، عبد القادر مغربی، سید رشید رضا کو پڑھیں گے تو محسوس کریں گے کہ وہی مُضر و عدنان کی زبان ہے۔ اور عصر حاضر کے یہ انشا پرداز دورِ عباسی کے اچھے سے اچھے انشا پردازوں سے کسی طرح کم نہیں۔ البتہ نئی ایجادوں اور نئے معانی کے لیے نئے الفاظ اور اصطلاحوں کا پیدا ہونا ناگزیر تھا۔ دورِ عباسی میں بھی ہزاروں ایسے الفاظ پیدا ہوئے، جو جاہلی اور اموی عہد میں نہیں تھے اور انہیں آپ پرانی عربی ہی سمجھتے ہیں ——— بات تبصرہ کے حدود سے بڑھ نکلی۔ کہنا یہ تھا کہ جدید رجحانات، ورنہ کہ جدید عربی، سے واقفیت کے لیے رافعی کا مطالعہ ضروری ہے اور اس مطالعے میں حیاۃ الرافعی کے ساتھ زیر نظر کتاب رسائل الرافعی سے بھی مدد ملے گی۔ ع

لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم

(۲) ذکری الامیر شکیب ارسلان (امیر شکیب ارسلان کی یاد)۔ مرتبہ: محمد علی الطاہر۔ تقطیع متوسط، ۵۲۶ صفحے۔ طباعت اچھی۔ کاغذ معمولی۔ مطبوعہ قاہرہ ۱۳۶۶ھ / ۱۹۴۷ء۔

سید جمال الدین افغانیؒ کے شاگرد اور ان کے طریق فکر و عمل کے داعی، امیر شکیب ارسلان سے کون واقف نہیں؟ ساری عمر علمی و عملی جدوجہد میں بسر ہوئی۔ عربی کا تو کیا کہنا، کہ یہ دورِ حاضر میں عربی زبان و ادب کے امام تھے۔ خود تو یہ رافعی کی امامت کے قائل تھے، مگر راقم کی نگاہ میں دونوں کا اپنا اپنا مقام ہے۔ اس کے علاوہ ترکی اور فرنچ کے بھی ماہر اور باکمال انشا پرداز تھے۔ جرمن اور دوسری یوروپی زبانوں سے بھی واقف تھے۔ لبنان کے ایک خوش حال اور خاندانی امراء کے گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آل ارسلان اسلامی تاریخ کے ہر دور میں سیف و قلم کے مالک رہے ہیں۔ گھرانے کی روایات کے مطابق جلدی ہی عربی نثر نگاری